تقریر

تقریر بابت سیرت رسولؐ
وقت 5-7 منٹ

اَلرَّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ (حضرت محمدؐ)

رضا میری غنیمت ہے

(تقریر نمبر 10)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالضُّحٰی ۙ - وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ؕ۔ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ ۔ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی ؕ (الضُّحٰی:2-6)

کہ قسم ہے دن کی جب وہ خوب روشن ہو چکا ہو اور رات کی جب وہ خوب تاریک ہو جائے۔ تجھے تیرے ربّ نے نہ چھوڑا ہے اور نہ نفرت کی ہے اور یقیناً آخرت تیرے لئے (ہر) پہلی (حالت) سے بہتر ہے اور تیرا ربّ ضرور تجھے عطا کرے گا۔ پس تُو راضی ہو جائے گا۔

بَیۡنَهُمۡ تَرٰهُمۡ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا (الفتح:30)

تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔

در	دِلم	جوشد	ثنائے	سَرورے
آنکہ	در	خُوبی	ندارد	ہمسَرے
آنکہ	جانَش	عاشِق	یارِ	اَزل
آنکہ	رُوحش	واصِل	آن	دِلبرے

(براہین احمدیہ حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 17)

میرے دل میں اس سردار آقا کی تعریف جوش مار رہی ہے، جو خوبی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ وہ جس کی جان خدائے ازل کی عاشق ہے، وہ جس کی رُوح اس دلبر سے واصل ہے۔

معزز سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اپنے متعلق نکلے ہوئے الفاظ پر تقاریر کا سلسلہ جاری ہے۔ آج الشفاء لقاضی عیاض بن موسیٰ میں درج روایت میں 20 خصوصیات میں سے دسویں وصف اور خصوصیت کی باری ہے۔ جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں بیان فرمائی کہ اَلرَّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ کہ رضائے الٰہی میری غنیمت ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ سے روایت ہے کہ مَیں نے ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی سیرت بارے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ

اَلْمَعْرِفَةُ رَاسُ مَالِیْ وَالْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِیْ، وَالْحُبُّ اَسَاسِیْ، وَالشَّوْقُ مَرْکَبِیْ، وَذِکْرُ اللّٰہِ اَنِیْسِیْ، وَالثِّقَةُ کَنْزِیْ، وَالْحُزْنُ رَفِیْقِیْ، وَالْعِلْمُ سَلَاحِیْ، وَالصَّبْرُ رِدَائِیْ، وَالرِّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ وَالْعِجْزُ فَخْرِیْ، وَالزُّھْدُ حِرْفَتِیْ، وَالْیَقِیْنُ قُوَّتِیْ، وَالصِّدْقُ شَفِیْعَتِیْ، وَالطَّاعَةُ حَسَبِیْ، وَالْجِھَادُ خُلُقِیْ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ وَثَمْرَةُ فُؤَادِیْ فِیْ ذِکْرِہٖ وَغَمِّیْ لِاَجَلِ اُمَّتِیْ وَشَوْقِیْ اِلٰی رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ

(الشِّفَاءِ لقاضی عیاض بن موسیٰ صفحہ 81)

کہ معرفت میرا سرمایہ ہے اور عقل میرے دین کی بنیاد ہے اور محبت میری اساس ہے اور شوق میری سواری ہے اور ذکر الٰہی میرا مونس ہے اور وثوق میرا خزانہ ہے اور غم میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار ہے، صبر میری چادر ہے، رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر ہے اور زُہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا شفیع اور اطاعت

میرا حسب، جہاد میرا خلق اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، ذکرِ الٰہی میرے دل کا پھل ہے اور میرا غم میری امت کے لئے ہے اور میرا شوق اپنے رب عزّ و جلّ کی طرف ہے۔

معزز سامعین! ہم ہر تقریر کے آغاز پر عنوان میں درج الفاظ کے لفظی و لغوی معنی بتانے اور سمجھانے کے بعد اصل مضمون بیان کرتے ہیں۔ لٰہذا یہاں بھی اَلرِّضَاءُ اور غَنِیْمَت کے لغوی معنی بیان کر دیتے ہیں۔ رَضاء، راء پر فتحہ کے ساتھ۔ اِس کے معنی ہوتے ہیں، راضی اور خوش ہونا۔ تقدیر پر راضی ہونا۔ خدا کی مرضی پر راضی ہونا۔ محاورہ ہے رَضائے مَولیٰ از ہمہ اولیٰ کہ خدا کی مرضی سب سے بہتر ہے۔ اس کے لئے رَضا بقضا اور برضا و رغبت کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ کسی کی وفات پر یہ بولا یا لکھا جاتا ہے۔ فلاں برضائے الٰہی وفات پا گئے گویا کہ رضا کی پہلی نسبت اللہ کی طرف کی جاتی ہے۔ جہاں تک غنیمت لفظ کا تعلق ہے۔ یہ غَنِمَ سے ہے جس کے معنی مُفت کا مال ہے جو جنگوں میں مسلمانوں کو ملا کرتا تھا۔ اِس کے ایک معنی جو یہاں اپلائی کرنا زیادہ بہتر ہے وہ قابل قدر، قیمتی اور عمدہ مال کے ہیں۔ اِن معنوں کو اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اَلرِّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ پر لاگو کریں تو معانی یہ ہوں گے کہ اللہ کی ہر بات خواہ وہ طبیعت کے موافق ہو یا نا موافق، راضی رہنے کی عادت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اُس کی دین اور عنایت ہے۔ میری زبان پر کبھی شکوہ اور شکایت نہ آئی۔ مَیں ہر حال میں خدا کی ہر بات پر راضی رہ کر ذکرِ الٰہی، تسبیح و تحمید میں مصروف رہتا ہوں۔ رضائے الٰہی اور راضی برضا کے مضمون میں ذکرِ الٰہی، تسبیح و تحمید کے علاوہ توجہ الی اللہ، قربِ خداوندی، خوف و رجا، خشیتِ الٰہی اور یقین و توکّل کے تمام معانی آتے ہیں۔

سامعین! ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا وصف آپؐ کا قلبی سکون، روحانی خوشی اللہ کی رضا تھا۔ جب آپ یتیمی کے دَور سے گزر رہے تھے تو اس وقت بھی اپنے اللہ سے راضی اور خوش تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹھکانا دیا، آپؐ کی حفاظت فرمائی اور آپؐ کو چُن لیا تب بھی آپؐ شکر ادا کرتے۔ مالی مسائل کے وقت بھی اللہ سے راضی و خوش تھے، پھر اللہ نے آپؐ کو غنی کر دیا اور خوب نوازا۔ آپؐ مصائب و مشکلات اور سختیوں کا سامنا کرتے ہوئے بھی اللہ سے راضی تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی نصرت و تائید فرمائی اور حاجت روائی کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ یا جب کوئی اچھی چیز (یا اچھی صورت حال) دیکھتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کے فضل و انعام سے نیک کام (اور مقاصد) پورے ہوتے ہیں۔ اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز (یا بری صورتِ حال) سامنے آتی تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ہر حال میں اللہ کی تعریف اور اس کا شکر ہے۔

(سنن ابن ماجه، الادب، حدیث: 3803)

انسان کی زندگی میں کئی ایسے مواقع آتے ہیں جن سے وہ گھبرا جاتا ہے مثلاً مالی حالات ہیں، کوئی بیماری ہے، اولاد کی کوئی تکلیف ہے، قرضہ ہے۔ اُس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے شکوے شکائتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ ایسے کئی مسائل ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی آئے مگر آپؐ نے ہمیشہ ان مصائب کا اطمینانِ قلب اور شرح صدر سے سامنا کرتے اور اپنے رب کے وعدے پر دلی طور پر راضی رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مقدر ٹھہرایا ہے اُسی میں بہتری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے آپ کو جھٹلایا، آپؐ سے لڑائی کی، آپؐ کو بُرا بھلا کہا، اذیت دی، گھر سے نکالا، جنون کا الزام لگایا، جادوگر کہا مگر آپؐ نے اپنے رب کی رضا کی خاطر یہ سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور اپنے ربّ کا فیصلہ تسلیم کیا۔

رضائے الٰہی کے میدان میں سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں کی وفات پر راضی بقضا ہونے کی مثال دی جاسکتی ہے۔ اِس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد پیش ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی عظیم الشان قبولیت دعاوٴں کی ہے۔ اِس کے مقابل رضا اور تسلیم کے بھی آپؐ اعلیٰ درجہ کے مقام پر ہیں۔ چنانچہ آپؐ کے گیارہ بچے مر گئے مگر آپؐ نے کبھی سوال نہ کیا کہ کیوں؟ جو لوگ فقراء اور اہل اللہ کے پاس آتے ہیں۔ اکثر اُن میں سے محض آزمائش اور امتحان کے لئے آتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 226)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”دیکھو! ہمارے پیغمبرِ خدا کے ہاں 12 لڑکیاں ہوئیں۔ آپؐ نے کبھی نہیں کہا کہ لڑکا کیوں نہ ہوا اور جب کوئی غم ہوتا تو اِنَّا لِلّٰہِ ہی کہتے رہے۔“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 57-58)

اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی وفات پر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو تھے اور فرما رہے تھے۔

تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبَّنَا وَاللّٰهِ يَا اِبْرَاهِيْمُ اِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ

(مسلم کتاب الفضائل)

کہ آنکھیں آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے مگر ہم اُس کے سوا کچھ نہیں کہتے سوائے اس کے جس میں ہمارے رب کی رضا ہے۔ کمال قسم کے راضی بقضا تھے۔ اپنے لختِ جگر کی وفات پر کوئی بین نہیں، کوئی واویلا نہیں اور کوئی رونا دھونا نہیں بلکہ اللہ کی رضا پر راضی تھے۔

آپؐ کی بعض ازواج مطہرات جو آپؐ کو بہت پیاری تھیں۔ آپؐ کی زندگی میں ہی داغِ مفارقت دے گئیں مگر آپؐ نے صبر سے کام لیا اور اللہ کی رضا پر راضی رہے۔ اِن میں سے سب سے زیادہ مدد کرنی والی، آپؐ کا خیال رکھنے والی حضرت خدیجہؓ تھیں۔ آپؓ کی وفات پر بھی حضورؐ نے دنیا کی ریل پیل کو جاری رکھا۔ آپؐ کے قریبی صحابہ یکے بعد دیگرے وفات پاتے گئے۔ جنگ اُحد میں درجنوں صحابہ شہید ہو گئے۔ ایک سریّہ پر 70 حفاظ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپؐ نے اِن تمام صدمات کو اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر برداشت کیا۔ جب آپؐ کے عزیز چچا جو سب سے زیادہ آپؐ کا دفاع کیا کرتے تھے اُن کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم ورضا کی تصویر بن گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور مدد کرنے والے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو آپ نے کوئی واویلا کیے بغیر اللہ کے فیصلے پر رضامندی کا اظہار کیا اور معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ جب آپؐ نے اللہ کی بہترین زمین کو چھوڑا اور کفار کی بغض وکینہ اور سازشوں سے بھری تلواروں کے محاصرے سے نکل کر غار میں پناہ لی تو دشمن تلاش کرتے کرتے وہاں بھی پہنچ گئے مگر ان کٹھن حالات میں بھی آپ کا دل اطمینان ورضا سے اس طرح لبریز تھا۔

سامعین! ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا تخلیق کی کئی کئی دن فاقہ سے گزارتے تھے وہ وقت بھی آتا جب نہ تو روٹی کا ایک ٹکڑا ہوتا نہ مٹھی بھر کھجوریں۔ بھوک سے پیٹ ساتھ لگ جاتا کئی روز چولھا نہ جلتا صرف پانی یا کھجور پر گزارہ ہوتا پھر بھی آپ اپنے رب کے حکم پر راضی اور خوش رہتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

”ہمارا یہ حال تھا کہ ہم دو ماہ میں تین چاند دیکھتے تھے اور رسول اللہ کے گھروں میں آگ نہیں سلگتی تھی۔ مَیں نے پوچھا: پھر آپ کا گزارا کیسے ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: دو سیاہ چیزوں، یعنی پانی اور کھجوروں پر۔ ہاں، آپ کے کچھ انصاری پڑوسی تھے جن کے پاس دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دودھ بھیج دیتے اور آپؐ ہمیں وہ دودھ پلا دیتے تھے۔“

(صحیح البخاری، الرقاق حدیث: 6459)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں اپنے لشکر پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی تعداد بہت کم ہے اور سامنے دیکھتے ہیں تو مشرکوں کے لشکر حدِّ نگاہ تک پھیلے ہوئے ہیں جو پورے ساز وسامان کے ساتھ لیس ہیں مگر پھر بھی آپ راضی ہیں اور اپنا معاملہ اپنے رب کے سپرد کر کے مطمئن ہیں اور خدا تعالیٰ آپؐ کے اس اطمینان اور خدا پر بھروسے کا صلہ فتح کی صورت میں عطا فرماتا ہے۔

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تمام تر مشکلات اور مصائب برداشت کرنے کے باوجود اپنے صحابہ کو مطمئن رکھتے، ان کے دلوں میں اللہ کی تقدیر پر خوش وراضی رہنے کا جذبہ پیدا کرتے آپؐ انھیں کھو جانے والی ہر چیز پر اللہ کی طرف سے معاوضے کی یقین دہانی کراتے اور ہر نقصان کی تلافی کی امید دلاتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنے جوار میں ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کا خلاصہ رب کی رضا پر خوش رہنے میں بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ، اِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، اِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ، وَاِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ

کہ مؤمن کا معاملہ عجیب ہے۔ اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بھلائی کا ہے اور یہ بات مؤمن کے سوا کسی اور کو میسر نہیں۔ اسے خوشی اور خوشحالی ملے تو شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے اچھا ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچے تو (اللہ کی رضا کے لیے) صبر کرتا ہے، اس میں (بھی) اس کے لیے بھلائی ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم، الزھد والرقاق، حدیث: 2999)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی دعاؤں میں اللہ ہی کی رضا چاہتے تھے۔ آپؐ تہجد میں دعا کرتے اور گڑگڑاتے جبکہ آپ کی پاکیزہ روح عرش الٰہی کے اردگرد طواف کر رہی ہوتی تو آپ ہمیشہ یہ دعا کرتے

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ

اے اللہ! میں تیری ناراضی سے تیری رضامندی کی پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 486)

آپؐ دعا کرتے کہ

أَسْأَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ

میں قضاو قدر (کے فیصلے) کے بعد تیری رضامندی کا سوال کرتا ہوں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی 6/185)

آپؐ کے پاس نہ تو کوئی محلات اور کوٹھیاں تھیں، نہ باغات اور فارم ہاؤس۔ نہ نہریں چلتی تھیں اور نہ خزانے تھے بلکہ اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمرے میں رہتے تھے۔ ایک چٹائی پر بیٹھتے تھے۔ پیوند لگی چادر زیب تن کرتے تھے اور خشک روٹی کھاتے تھے۔ نہ آپ کے پاس نشان زدہ نسلی گھوڑے تھے اور نہ جاگیریں اور خزانے۔ آپ نے فقر و احتیاج، بھوک اور تنگی والی زندگی گزاری۔ لیکن سامعین! اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی ہر جگہ خوب مدد و نصرت فرمائی۔ آپ کو فتح مبین عطا کی۔ صراط مستقیم کی ہدایت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دین مکمل کیا۔ آپؐ پر نعمت پوری کی۔ آپؐ کے دشمنوں کو ناکام کیا اور مخالفین کی کمر توڑ دی۔ آپؐ کے دین کو پھیلایا اور آپؐ کے اصحاب اور پیروکاروں کو قیامت کے دن تک عزت بخشی۔

سامعین! ایک دفعہ آپؐ نے حضرت ابن عباسؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھ تُو اُسے اپنے سامنے پائے گا۔ اور تُو اللہ تعالیٰ کو خوشحالی میں پہچان۔ اللہ تعالیٰ تجھے تنگدستی میں پہچانے گا اور سمجھ لے کہ جو تجھ سے چوک گیا اور تجھ تک نہ پہنچ سکا، وہ تیرے نصیب میں نہیں تھا اور جو تجھ کو مل گیا وہ تجھے ملے بغیر رہ نہیں سکتا تھا کیونکہ تقدیر کا لکھا یونہی تھا۔ جان لو کہ (اللہ تعالیٰ کی) مدد صبر کرنے کے ساتھ ہے اور خوشی بے چینی کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور ہر تنگی کے بعد یُسر اور آسانی کے دن آتے ہیں۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 105)

گویا تقدیر پر ایمان لانا، رضائے الٰہی ہے۔ اگر کوئی شخص مالی لحاظ سے کمزور ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اگر کوئی بیمار ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اگر کسی کو آفت نے آلیا ہے، اگر کوئی مشکل آن پڑی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ثواب اتنا ہی زیادہ ہو گا، جتنی آزمائش سخت ہو گی اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند فرماتا ہے تو اس کی آزمائش کرتا ہے، جو (اس آزمائش پر) راضی ہوا، تو اسی کے لئے (اللہ تعالیٰ کی) رضا ہے اور جو (آزمائش پر) ناراض ہو تو اس کے لئے ناراضی ہے“

(سنن ابن ماجہ: 4031)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ساری زندگی میں اونچ نیچ آتی رہیں۔ ایک جنگ میں آپؐ زخمی بھی ہو گئے۔ درجنوں صحابی شہید ہوئے۔ آپؐ اس کو اللہ کی رضا سمجھ کر اپنے قدم آگے بڑھاتے رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام احبابِ جماعت کو اِس حوالہ سے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"تُم ایسے ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ کے ارادے تُمہارے ارادے ہو جائیں۔ اُسی کی رضا میں رضا ہو۔ اپنا کچھ بھی نہ ہو۔ سب کچھ اُس کا ہو جاوے۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 64 انڈیکس)

حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان کی طبعی حالتوں میں سے یہ بھی ایک حالت ہے کہ وہ مصیبت کے ظاہر ہونے کے وقت پہلے روتا پیٹتا ہے آخر بہت سا بخار نکل کر جوش تھم جاتا ہے اور انتہا تک پہنچ کر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے پس یہ دونوں حرکتیں طبعی حالتیں ہیں ان کو خلق سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ اس کے متعلق خلق یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے ہاتھ سے جاتی رہے اور اس چیز کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھ کر کوئی شکایت منہ پر نہ لاوے اور یہ کہے کہ خدا کا تھا خدا نے لے لیا اور ہم اسی کی رضا کیساتھ راضی ہیں"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 361)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"قرآن شریف نے اعلیٰ طبقہ عبادت الٰہی اور اعمال صالحہ کا یہی رکھا ہے کہ محبت الٰہی اور رضاء الٰہی کی طلب سچے دل سے ظہور میں آوے... خدا تعالیٰ نے تو اس دین کا نام اسلام اس غرض سے رکھا ہے کہ تا انسان خدا تعالیٰ کی عبادت نفسانی اغراض سے نہیں بلکہ طبعی جوش سے کرے (خدا تعالیٰ کی عبادت نفسانی اغراض سے نہیں، ضرورتیں پوری کرنے کے لئے عبادت نہیں کرنی بلکہ طبعی جوش سے کرے) کیونکہ اسلام تمام اغراض کے چھوڑ دینے کے بعد رضا بقضا کا نام ہے۔ دنیا میں بجز اسلام ایسا کوئی مذہب نہیں جس کے یہ مقاصد ہوں۔ بے شک خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت جتلانے کے لئے مومنوں کو انواع اقسام کی نعمتوں کے وعدے دیئے ہیں مگر مومنوں کو جو اعلیٰ مقام کے خواہش مند ہیں یہی تعلیم دی ہے کہ وہ محبت ذاتی سے خدا تعالیٰ کی عبادت کریں۔"

(نور القرآن نمبر 2 روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 436-441)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" ہمارا مقصد دنیاوی دولت کے حصول کے لئے اور دنیاوی لذات سے فائدہ اٹھانا کبھی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان چیزوں کا انجام اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دنیاوی چیزوں کی مثال دیتے ہوئے فرماتا ہے یہ پھلنے پھولنے والی فصل کی طرح ہیں مگر آخر کو سوکھ کر چُورا ہو جاتی ہیں اور تیز ہوائیں اس کو اڑا کر لے جاتی ہیں۔ اسی طرح دنیاداروں کا انجام ہوتا ہے۔ نہ ان کے اموال کی کثرت، ان کے مال و دولت ان کے کام آتے ہیں۔ نہ ان کی اولادیں ان کے کام آتی ہیں۔ بعض تو اس دنیا میں ہی اپنے مال و اولاد سے محروم ہو جاتے ہیں اور اگر کسی کا ظاہری انجام دنیاوی لحاظ سے بہتر لگتا بھی ہے تو آخرت میں جو اُن کا حساب کتاب ہونا ہے وہ صرف دنیاوی لہو و لعب میں پڑنے کی وجہ سے اور خدا تعالیٰ اور دین کا خانہ خالی چھوڑنے اور خالی ہونے کی وجہ سے اور اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دینے کی وجہ سے انہیں عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ ہاں بعض کی بعض نیکیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ کر ان سے مغفرت کا سلوک فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اس کے تحت بعض لوگ اپنی بعض نیکیوں کی وجہ سے اس کی رضا، رضائے الٰہی حاصل کرنے والے بن جاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے، اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ تم یہ یاد رکھو کہ اس زندگی کو سب کچھ نہ سمجھو۔ اصل زندگی مرنے کے بعد کی زندگی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، انجام بخیر کے لئے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کے حکموں پر چلنا ضروری ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے، اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلے تو نہ صرف انجام بخیر ہوتا ہے بلکہ یہ دنیا بھی اسے حاصل ہو جاتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 5 مئی 2017ء)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی و مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✿✿✿✿